

[www.urduchannel.in](http://www.urduchannel.in)



اردو چیند  
[www.urduchannel.in](http://www.urduchannel.in)

سلیمانی ابھیری





سلی اچیری



دزارتِ تعلیم، حکومتِ ہند کے مالی تعاون سے شائع کی گئی۔

## © سلمی احمدی

تساویر:— وینا دیولیشور

کتابت:— ذاکر امر دبوی

سال اشاعت: ۱۹۰۶ء

تعداد:— ایک ہزار

قیمت:— ۵/-

Amie Khuoro

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ ملیٹڈ

جامد بھرگنی دہلی ۱۱۰۰۲۵، اردو بازار ۱۱۰۰۰۰

پرس بلڈنگ بہبئی ۳۰۰۰۰۰، یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

مطبوعہ:— برٹی آرٹ پرنس (پروپرائزز: مکتبہ جامعہ ملیٹڈ) دریا گنج دہلی ۱۱۰۰۰۸



اپنی پچاری اتمان اور ابا  
کے نام  
جنھوں نے مجھے سلمی اجمیری  
بنایا  
سلمی

سید حسین احسن  
فیس بک گروپ  
کتابیں پڑھئے

03145951212





امیر خرد ہلوی ہندوستان کی ان نمایہ ناز میتوں میں ہیں،  
جنھوں نے اس ملک کی مشترک تہذیب کو نے تحریر سے تقویت  
دی۔ نسلادہ ترک سنتے لیکن ہندوستان ہونے پر ہمیشہ ناز کرتے رہے۔  
ان کی فارسی شاعری کا لوہا ایران والے بھی مانتے ہیں لیکن انھیں خود  
ناز تھا تو اپنے ملک کی زبان پر جسے وہ ہندوی کہتے ہیں۔ وہ ایرانی۔  
عربی اور ترکی موسیقی پر دسترس رکھتے سنتے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہندوستان  
کے شاستری سنگیت اور رزت کے بھی ماہر تھے۔ وہ دربار میں رہے اور  
بڑھے لیکن غریب آدمیوں کے لیے ان کے دل میں تڑپ تھی۔ بھی وجہ  
ہے کہ اس ملک کی تہذیب پران کی چھاپ اتنی گھری ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ بچوں کی جان کاری کے لیے اتنی  
خوب صورت کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسے  
پڑھ کر بچوں کے دل میں وطن سے پیار بڑھے گا۔

سید نور الحسن

نئی دہلی مار فردی

وزیر تعلیم، حکومتِ ہند

پہلی بات

## بچوں کے خسرہ — "میر خسرو"

بچپن تو گزر جاتا ہے لیکن اس کی یاد رہ جاتی ہے۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ بچپن کی باتیں زیادہ یاد آنے لگتی ہیں۔ ہم کبھی نے بچپن میں پہلیاں سُنسیں، گیت منے، کہ مکریوں کا لطف اٹھایا اور امیر خسرو کا نام ان سے جڑا ہوا پایا۔ یہ نام ہماری یادوں میں بس گیا ہے۔

سات آٹھ برس کی عمر سے وہ نہیں میں پلے اور نانا کے چینیتے بچوں کی طرح شریر بھی نکلے۔ ان کی بچکانہ شرات میں انوکھی ذہانت کے ساتھ شاعری میں ظاہر ہوئیں "دو دھ کے دانت ٹوٹنے کے دنوں میں مٹنے سے شر کے موئی جھڑتے تھے" شاعری ایسوں کا ہی کام ہے جن کی فطرت میں رچی ہوئی ہوا اور بچپن سے وہ بے ارادہ شر کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ کام بے ارادہ انجام نہیں پاتا۔ بڑی محنت اور بہت سا علم بھی چاہتا ہے خسرو نے اپنی اس کشیدتی کو گھرے، پاٹ دار علم سے، سیر و سفر سے، زندگی کی سرگرمی سے اور دون رات کی محنت سے سیراب کیا، تب وہ بڑے شاعر اور بڑے آدمی بنے۔ وہ منگیت کے بھی رسیا تھے، صوفیانہ زندگی کی سادگی، شرافت، رُواواری، مردوت نے ان کی نظم اور نثر دنوں میں نرمی اور منٹھاں بھردی ہے، اسی سبب سے وہ آج تک باسی نہیں ہوئے۔ اپنے وقتوں کے ہندوستان پر اسخوں نے اتنا کچوں لکھا ہے، ایسے پیار سے لکھا ہے، اپنے عام لوگوں پر اور ان کی دستکاری، ہزار مندی اور کمال پر اتنی جان

چھڑ کی بے کہ بندوستان کے ساتھ ساختہ خود بھی امر ہو گئے۔

سات سو برس گزرنے پر بھی ایک بڑے ہندوستانی شاعر اور خداتر انسان کی حیثیت سے دُنیا انھیں مانتی ہے۔ افغانستان والے انھیں بلخی سکھ کر خوش ہیں، ترکستان والے انھیں اپنا ہم قبیلہ بتا کر اپنائے ہیں، ایران میں ان کا کلام چھپتا اور گھایا جاتا ہے، ترک سے لے کر لندن تک ہر ایک کتب خانے میں ان کی قلمی کتابیں سنجال کر رکھی گئی ہیں اور ہندوستان کے تدوہ سخنے ہی سچے سپوت۔ یہاں ان کی کتابوں میں تاریخی سچائیاں تلاش کی جاتی ہیں اور تاریخ ہند میں مانگی جاتی ہیں، ان کے سینے میں فقط اور انسان کی جو محبت بھری جوئی تھی وہ کلام میں چلک گئی ہے۔ ان کے قلم نے بادشاہوں سے نسبت دے کر جو کلام چھوڑا وہ بادشاہوں کا نہیں، عام و خاص لوگوں کا شاہنامہ بن گیا ہے۔

موسیقی میں جو انھیں کمال ستحا ادہ بھی کچھ تو پیدا یشی اور کچھ اس وجہ سے کہ سندھ و پنجاب سے لے کر بھال اور مہاراشٹر تک انھوں نے ہر علاقے کے سنگیت پر، ساز و آواز پر گھری نظر رکھی۔ اس سے سیکھا بھی اور پیوندر لگا کر کچھ بڑھایا بھی۔ ہندوستانی خرد کی فارسی غزلیں خود فارسی شاعروں کے بہترین خزانے میں شمار ہوتی ہیں۔ جس طرح امیر خسرو کا قلم اپنے زمانے کی سادہ اور زنگین تصویریں بناتا چلتا ہے، ایسے ہی بچوں بالوں کے لیے سلمی اجیری کی یہ تصویری کتاب یہ جمال، گوث اور بچند نے والی کتاب ایک الہم بن گئی ہے جو دیکھنے قابل بھی اور احتیاط سے رکھنے قابل بھی۔ وزارت تعلیمات نے اس کی اشاعت میں مدد دے کر ایک خدمت انجام دی ہے۔ فقط

ظ الفاری

اقوام متحده نے ۱۹۴۶ء کو بھوں کا بین اقوامی سال قرار دیا ہے ۔  
یہ چھوٹی سی کتاب جو امیر خسرو کی زندگی کی کہانی ہے، بھوں کی نذر ہے ۔  
— پیارے بھوں کے لیے ان کے اپنے سال میں ایک پیارا تخفہ —  
یہ کتاب جناب حسن الدین احمد کی حوصلہ افزائی اور مرکزی ذراست تعلیم  
کی مدد کا نتیجہ ہے۔ میں ان سب کی بے حد ممنون ہوں۔ مکتبہ جامعہ نے بڑے  
سلیقے سے اس کتاب کو چھاپا اور بھوں تک پہنچانے میں میری مدد کی ۔ میں  
ان تمام دوستوں کا بھی بڑے خلوص سے شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے وقتاً  
وقتاً کتاب کی تیاری میں میری مدد کی ۔

ختنه شوق اور محنت سے میں نے یہ کتاب لکھی ہے، امید ہے کہ  
بچے بھی اتنے ہی شوق اور دل چسپی سے اُسے پڑھیں گے اور لطف اٹھائیں گے۔

سلمی اجمیری



کی کتاب "نذر خرد" کے شکریے کے ساتھ

صیراحمد صوفی کی یہ نظم ایس ایس لانبہ

اک عاشقِ صادق تھا، اک رہبرِ کامل تھا  
وہ مردِ قلندر تھا، ہر علم کا شیدائی  
ہندو ہو مسلم ہو کس دل میں نہیں گو بخی  
اس ہند کے طوطی کی آواز کی شہنا فی  
اشعار سے پھیلا یا پیغام مجت کا  
موسیقی کے نغموں سے، کی انجمن آرانی  
دنیا سے گئے اس کو یوں ساتھ دی گزی  
باقي ہے مگر اب تک اس کی دہی رعنائی



امیر خسرو کا نام ابوالحسن سیف الدین ہے

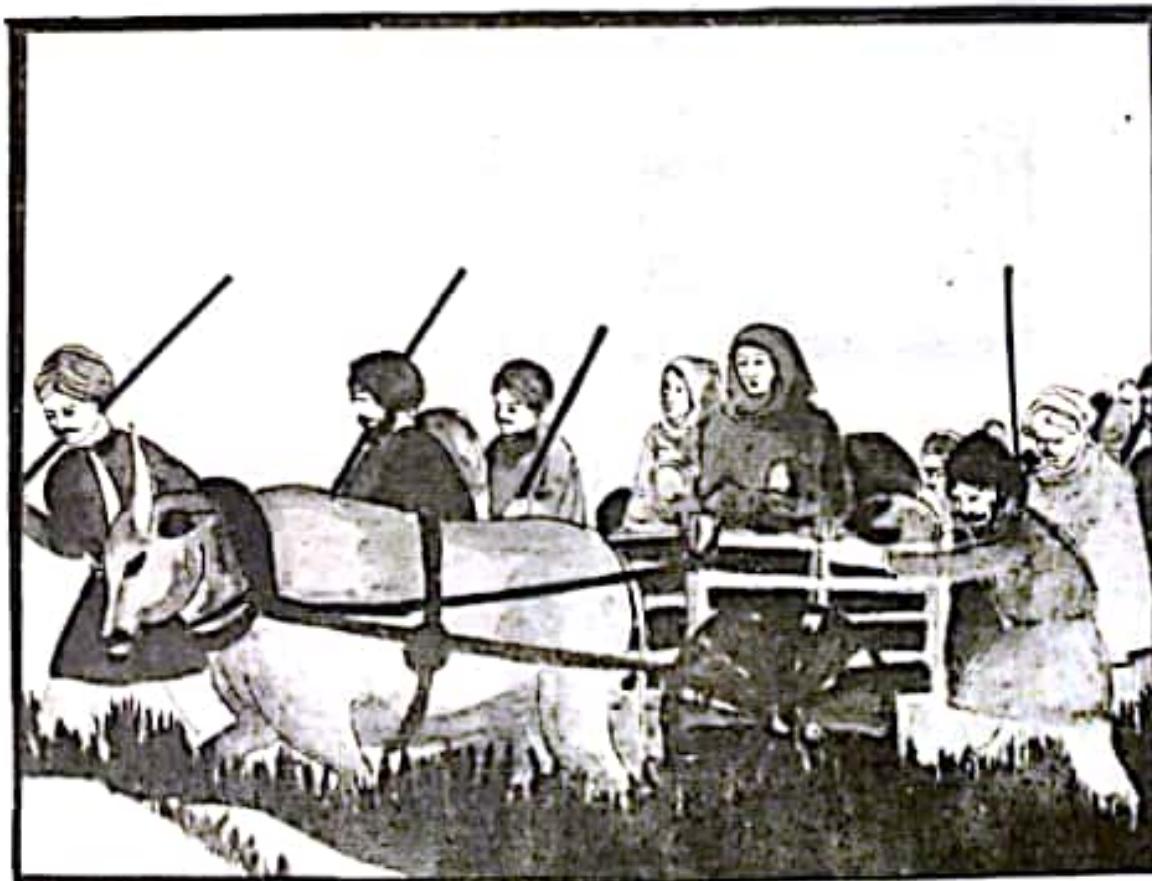
خسرو کے باپ دادا ترک نسل سے تھے۔ امیر خسرو کے باپ امیر سیف الدین محمود ترکستان کے ہزارہ لاچین قبیلے کے سردار تھے۔ یہ قبیلہ چنگیز خانی حملوں سے پے وطن ہو کر بلخ میں آباستھا۔ بلخ اس وقت ایک زبردست قلعہ بندشہم اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔

۱۲۲۰ءیسوی میں منگول  
فوجیں چنگیز خاں کی  
پہ سالاری میں سر قند  
سخارا کو فتح کر کے ترمذ  
شہر کو بر باد کر کے بلخ  
کی طرف بڑھیں تو  
سارے ملک میں افراطی



پھیل گئی۔ غریب تو غریب بڑے بڑے امیر اور سردار بھی بے گھر ہو گئے۔ جو  
بے چارے باقی بچے وہ بھی اتنے ڈرے اور سبھے ہوئے تھے کہ وہاں رہنا  
نہیں چاہتے

تھے۔ انہوں نے  
اپنے وطن کو  
چھوڑنا ہی مناب  
سمجھا اور پناہ  
کی تلاش میں  
ادھر اُدھر نکل  
پڑے۔



بھاگ کر ہندوستان آنے والوں میں خرد کے باپ امیر سیف الدین  
اچین (بلخی) بھی تھے۔



اس زمانے میں شمالی ہندوستان پر سلطان شمس الدین اتمش کی حکومت  
تھی۔ قطب مینار کے پاس اس مشہور بادشاہ کی قبر ہے۔ سلطان شمس الدین اتمش  
نے امیر سیف الدین کو بڑی عزت سے اپنے دربار میں جگہ دی اور ساتھ ہی فوج کا  
ایک بڑا عہدہ بھی دیا۔

امیر سیف الدین کو متھرا سے پورب کی  
 طرف جانے والی سڑک پر ایک قبیے پیالی  
 میں جو دریاۓ گنگا کے کنارے آباد ہے، جاگیر  
 ملی۔ یہ جگہ اس زمانے میں ایک فوجی چھاؤنی  
 تھی۔ وہ یہیں بس گئے۔ پیالی کا نام مومن آباد  
 بھی تھا اور اس کے نزدیک قائم گنج پھانوں  
 کی آبادی تھی (اب بھی ہے) سات سو سال  
 کے بعد اس قبیے کا نام اب "خرونگر"  
 ہو جائے گا۔

ترک سردار اور اس کے ساتھیوں نے  
 نہایت وفاداری سے بادشاہ کی خدمت کی۔  
 اور سلطنت کے وسیع کرنے میں اس کی  
 بہت مدد کی۔



امیر سیف الدین کی شادی غیاث الدین بلبن کے وزیر جنگ  
عماد الملک کی بیٹی سے ہوئی۔ یہ ایک سیاہ فام ہندوستانی تھے۔  
خروکی ماں کا نام دولت ناز تھا جن سے چار بچے ہوئے۔  
تین رٹ کے اور ایک لڑکی۔ منظہلہ رٹ کے ابوالحسن یمین الدین

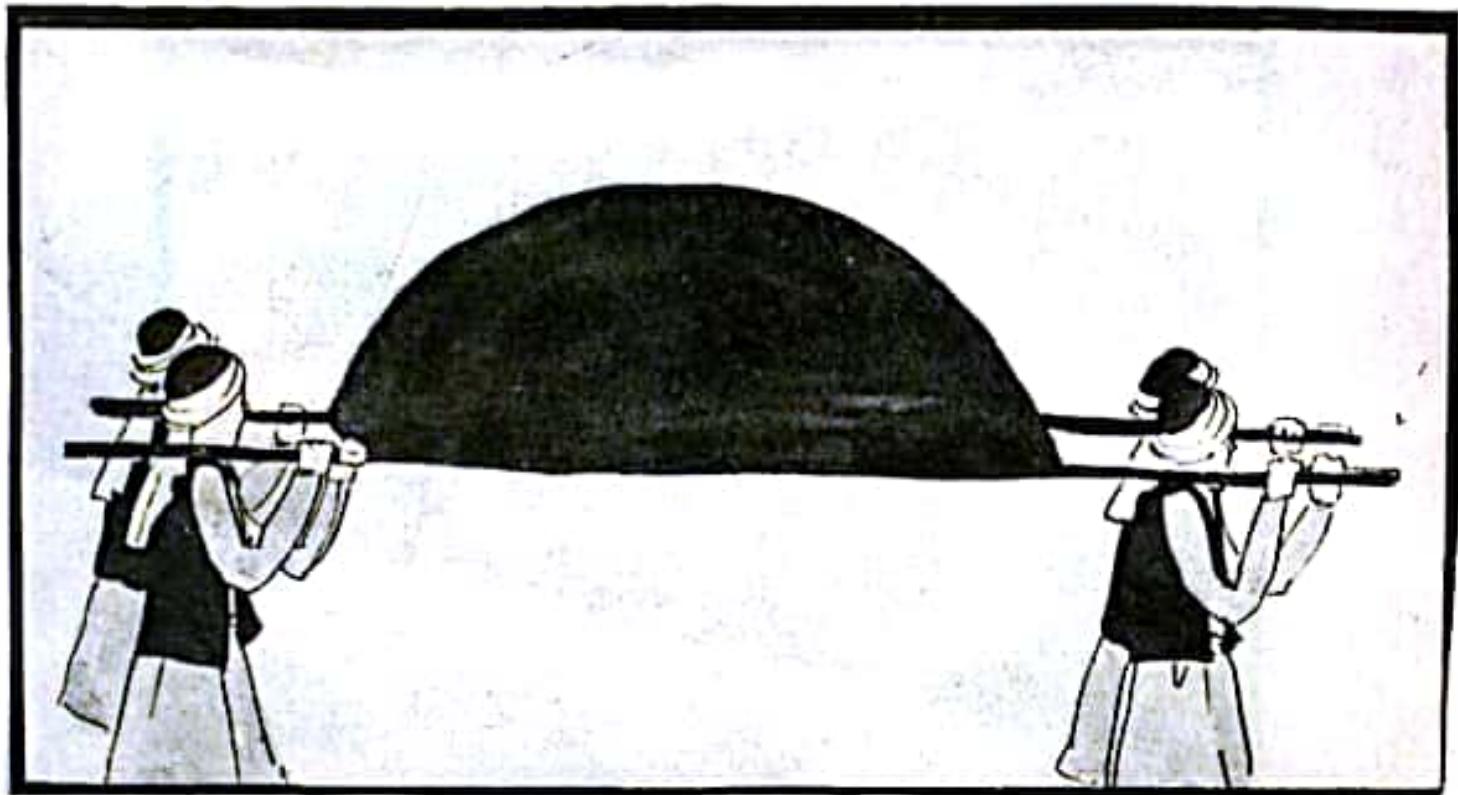
بعد میں خرد  
کے نام سے  
مشہور ہوئے۔





خرو بچپن ہی سے ذہین اور ہونہار تھے۔ بہت جلد اسکو نے ابتدائی تعلیم ختم کر لی۔ ان کے استاد کا نام سعد الدین یا اسد الدین محمد تھا۔ اور قاضی کے نام سے مشہور تھے۔ خرو ہر وقت گنگنا یا کرتے تھے۔ اکثر تخت پر خوش خطی کی مشق کرنے کے بجائے شعر لکھتے تھے۔ اچھی پر درش اور اچھی تربیت کی وجہ سے خرو کی خوبیاں اور نکھر آئیں۔





خرو ابھی صرف آٹھ سال کے تھے کہ ان کے والد ایک لڑائی میں مارے گئے۔

اب ان کی ماں کا پیٹیالی میں  
اکیلا رہنا مشکل تھا اور وہ  
بچوں کے ساتھ دہلي واپس  
آگئیں۔ باپ کی موت نے  
خرو کو بہت اُداس کر دیا تھا  
لیکن نانا نے پوری کوشش  
کی کہ باپ کی کوششیں بے کار  
نہ جائیں۔ انہوں نے اس  
ہونہار اور ذہین بچے کی





نگرانی اپنے ذمے لے لی۔ عمار الملک  
نہایت مہربان اور دریا دل آدمی  
ستھے۔ انھوں نے بڑی محبت اور توجہ  
کے خروکی پر ورش کی اور کوشش  
کی کہ ان کا قدرتی جوہر پوری طرح  
چمکے



خروکو بچپن ہی سے شروع شاعری کا شوق تھا۔ چھوٹی سی ہی عمر میں انھوں نے فارسی  
کے بڑے شاعروں کا کلام پڑھنا شروع کر دیا تھا وہ یہ بھی کوشش کرتے تھے کہ انھی کی طرح  
کے شعر کہیں۔ انھوں نے بارہ سال کی عمر سے ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ خروک نے اپنا پہلا  
دیوان جس کا نام تحفۃ الیصر یعنی بچپن کا تحفہ تھا تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں پورا کیا۔ اُن کے اتنی  
کم عمری کے اشعار بھی بہت اچھے ہیں۔ خروک نہ صرف ایک اچھے شاعر تھے بلکہ بڑے حاضر جواب  
خاس، ملنار اور پس مکھ انسان تھے۔ خروک میں ایک اچھے درباری بننے کی تمام خوبیاں  
تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے زمانے میں ایک کے بعد ایک بادشاہ نے ان کی بڑی قدر کی،  
اور عزّت بخشی۔

۱۲۰۴ میں جب خسرو کی عمر  
۲۰ سال تھی ان کے نانا عمامہ الملک کا  
انتقال ہوا۔ اب خسرو کو روزگار کی تلاش  
ہوئی۔ خسرو نے بیس سال کی عمر میں ہی  
فارسی، عربی اور ترکی زبانوں میں مہارت  
حاصل کر لی تھی۔ برج بھاشا اور کھڑی بولی  
یا ہر یانوی پر مہارت کے علاوہ سنسکرت کا علم بھی  
حاصل کیا تھا۔ اس لیے روزگار حاصل کرنے  
میں ان کو زیادہ دقت نہ ہوئی۔

خسرو کو بلین کے (سختی سے) علام الدین  
کشلو خاں عرف ملک چتجو کے دربار میں  
جگہ مل گئی۔

ملک چھجو اپنی بہادری اور دریا دلی میں مشہور تھا۔ دو سال  
تک خسرد کی زندگی بڑے آرام سے گزری لیکن ایک روز یونہی کسی  
چھوٹی سی بات پر دونوں میں نخش ہو گئی اور خسرد کو یہ ملازمت  
چھوڑنی پڑی۔

ملک چھجو کی ملازمت چھوڑنے کے بعد خسرد نے بلبن کے بیٹے  
بغاخاں کے دربار میں پناہ لی۔





بغرا خاں ان دلوں سامانہ کا حوبہ دار تھا۔ سامانہ، پیالہ کے نزدیک پنجاب اور کشمیر کے راستے میں دہلی کی چھاؤنی تھی۔ بغرا خاں نے خروکی بڑی آدمیگیت کی اور عزت سے اپنے دربار میں جگر دی۔ خرو نے سامانہ میں ہی پنجابی زبان سیکھی۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بنگال میں لکھنوتی کے علاقے میں بغاوت ہو گئی۔ بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی کی بغاوت کچلنے کا حکم دیا۔ بغرا خاں نے خرد سے بھی ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ لکھنوتی میں باغیوں کے سردار طغل کو شکست ہوئی اور بغرا خاں فتحیاب ہوا۔





خرو نے بغرا خاں کی اس کامیابی پر ایک لمبی نظم فتح نامہ  
لکھی اور بلبن نے اس کامیابی کے طے میں بغرا خاں کو بنگالہ اور  
لکھنوتی کی حکومت بخشی۔ اس زمانے کے مشہور شاعر اور  
ادیب شمس الدین دبیر کے ذائقے شہزادے کو صلاح مشورہ دینے  
کا کام سپرد ہوا۔ انھوں نے چاہا کہ خرد بھی ان کے ساتھ  
ہی رہیں۔ لیکن خرو کو بنگال کی مرطوب آب و موا راس نہ آئی  
اور وہ جلد ہی دہلی لوٹ آئے۔ دہلی میں ان کی ملاقات بلبن  
کے بڑے بیٹے شہزادہ محمد سلطان سے ہوئی۔



شہزادہ محمد ملتان کا صوبہ دار تھا۔ وہ شاعروں اور عالموں کا بڑا قدر وان تھا۔ اسے خرسو کی ملنسار طبیعت اور شاعری بہت پسند آئی۔ وہ خرسو کو اپنے ساتھ ملتان لے گیا۔ اس وقت خرسو کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ شہزادہ محمد کے دربار میں خرسو کی بڑی عزت ہوئی اور ان کا شمار دربار کے امیروں میں ہونے لگا۔



۱۲۸۳ عیسوی میں  
منگولوں کے لشکرنے  
اپنی پچھلی شکت کا  
بدلہ یعنی کے لیے ملنے  
پر حمد کیا۔ اس محظی  
میں شہزادہ محمد مارا  
گیا اور خسر و قید ہو گئے۔  
ایک منگول سوار اخنیں



رسی سے جگڑے ہوئے کھینپتا لے جا  
رباتھا کہ پیاس کے مارے وہ ایک دریا کا نے  
اڑا گھوڑے اور سوار نے ڈگڈا کر پانی پیا  
اور وہیں مر گئے۔ خرد نے ہونٹ ترکیے اور  
رسی کھول کر پیدل بھاگ لکھے۔ ہوتے ہوتے  
دہلی پہنچے۔ بلن ۹۰ سال کا بودھا بادشاہ  
جو ان بیٹے کی اچانک موت سے نذر تعالیٰ تھا  
شہر بھر میں سوگ چیا یا ہوا تھا۔ خرد نے شہزادہ  
محمد کی موت پر ایک ایسا دردناک مرثیہ لکھا  
چھے سنتے ہی آنکھ میں آنلو آ جاتے ہیں۔



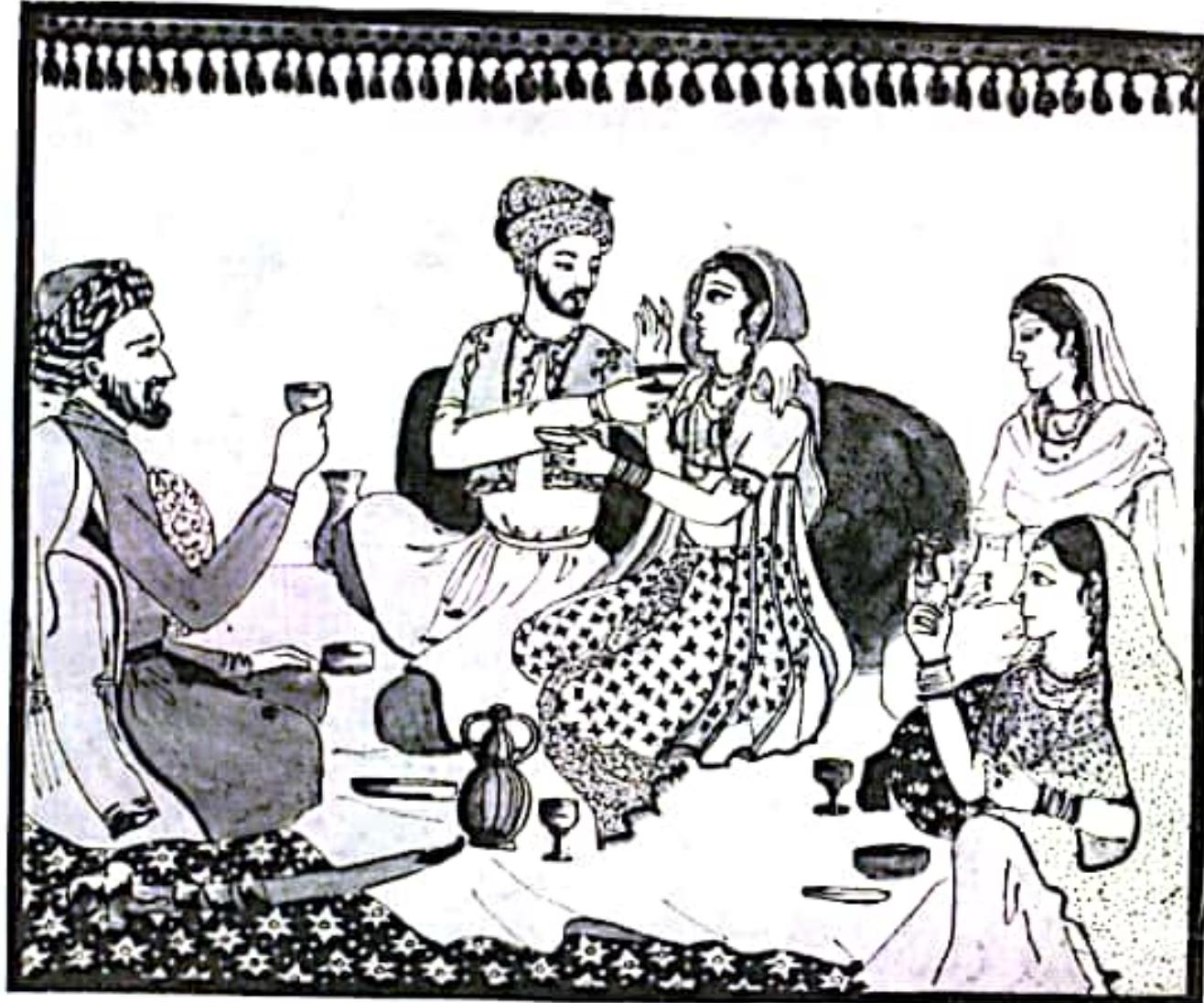
اب خرسو کی شہرت عام ہو گئی تھی۔ نہ صرف سلطان اور  
درباروں کے امیران کی شاعری کو پسند کرتے تھے بلکہ عام لوگ  
بھی انھیں جانتے گے تھے۔ شہزادہ محمد کی وفات کے بعد خرسو  
اپنے وطن پیاسا می چلے گئے۔



ان کا تعلق بے  
امیر علی سر جاندار سے  
ہو گیا جو اپنی سعادت کی وجہ  
سے حاتم خاں کے نام سے مشہور تھا۔

خرد نے امیر علی سر جاندار کے یہاں ملازمت  
کر لی۔ جب وہ اودھ کا حاکم مقرر ہوا تو خرد کو بھی  
اپنے ساتھ لے گیا۔

خرد دو سال تک اودھ میں رہے تیکن دہلی کی یاد  
کھینچیں برابرستاتی رہی، آخر امیر کی اجازت لے کر  
وہ اس دہلی میں لوٹ آئے جو انھیں  
بے حد عزیز تھی۔



کیقباد عیاش اور نا اہل بادشاہ تھا۔ شراب پینا،  
 ناج دیکھنا۔ گانا سنتنا بس یہی اس کے کام تھے۔ اس کی  
 ان غلط حرکتوں سے باپ دادا کی محنت سے حاصل کی ہوئی  
 سلطنت بر باد ہونے لگی۔



جب کیقباد کے باپ بغا خاں کو اس بات کی خبر ہوئی تو  
وہ سلطنت کو بچانے کی خاطر بگال سے فوراً دہلی کی طرف روانہ  
ہوا۔ کیقباد بھی مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ دونوں شکر دریاے  
سر جو کے کنارے آئے سامنے ہوئے۔

لیکن دونوں طرف کچھ  
نیک دل لوگ بھی تھے۔ باپ بیٹے  
میں آخر صلح صفائی ہو ہی گئی اور  
یوں ایک بڑی لڑائی کے خطرے  
سے لوگوں کی جان بچ گئی۔ کیفیت  
کے کہنے پر خرد نے اس موقع  
پر مشہور مثنوی "قرآن السعین" را  
چھے ستاروں کا مlap) لکھی  
اور سلطان کی خدمت میں پیش

کی۔ سلطان  
نے مثنوی بے حد  
پند کی اور خرد کو  
ٹک اشرا یعنی  
شاعروں کے بادشاہ  
کا خطاب دیا۔ خرد  
کو درباری زندگی  
میں پہلی بار آنا بڑا  
شاہی خطاب حاصل  
ہوا تھا۔ وہ خوشی سے  
بیپولے نہ سمائے۔



کیقباد کو سلطنت کے کاموں سے بالکل دلچسپی  
نہ تھی حکومت آہستہ آہستہ کمزور ہونے لگی۔ اگر الگ  
نسلوں اور گروہوں کے سردار حکومت حاصل کرنے  
کے خواب دیکھنے لگے۔ ملک میں لڑائی جگڑا، فتنہ  
فساد پھیل گیا۔

ہندوستانی مسلمان جو خلجمی قبیلے کے طفدار  
تھے چاہتے تھے کہ ترک سرداروں کو نیچا دکھائیں اور  
اُن کی حکومت کو ختم کر دیں۔ اب کیقباد بیمار رہنے  
لگا تھا اور حکومت کا انتظام اس کے ایک وزیر  
جلال الدین کے ہاتھوں میں تھا۔

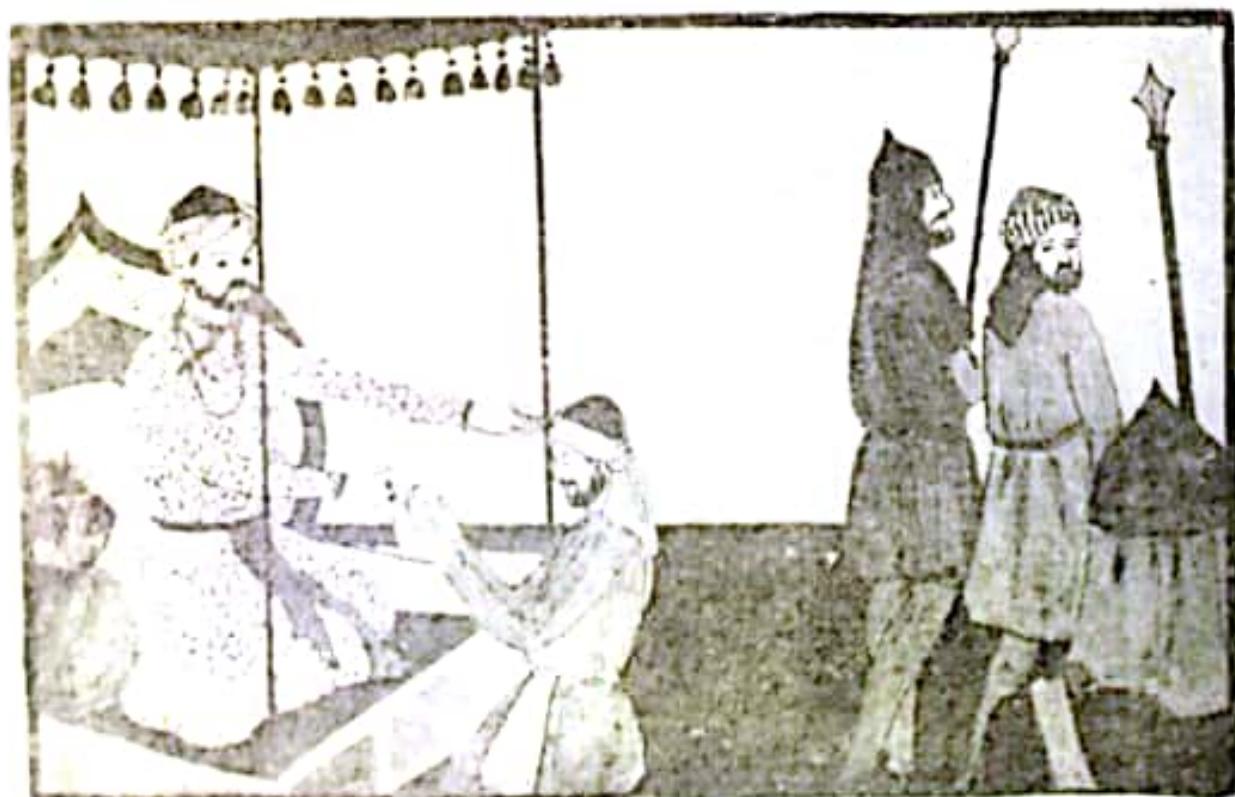
جلال الدین نے یقیاد کے نا بالغ لڑکے  
 شمس الدین کو تخت پر بٹھا کر خود حکومت  
 کا انتظام سنہال لیا۔ جلال الدین کی عمر  
 اس وقت کوئی ستر برس کی تھی اور  
 اُسے دنیا کا خوب تجربہ تھا۔ وہ اپنی  
 طرح جانتا تھا کہ ساری حکومت  
 کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ بہت جلد  
 اس نے شمس الدین کو اپنے راستے سے ہٹایا۔  
 دہلی کی تاریخ کا ایک اہم باب ختم ہوا۔ راج پاٹ  
 بدلا اور ۱۲۹۰ عیسوی میں ہندوستان کی حکومت  
 خلیجی خاندان کے ہاتھ آگئی۔

ابھی جمال الدین

کو تخت پر بیٹے کچھ  
دان بوئے تھے اور اس  
چھجواد رامیر علی سر جاندار  
نے بغافت کر دی۔  
جلال الدین تاجر پکار باشد  
تھا۔ اس نے فوراً خاتم  
پر قابو پالیا۔ ملک چھجواد  
کو قیدی ہٹا کر تھا۔



چھجواد یا اور رامیر علی سر جاندار کی پہلی غلطی معاف کر دی گئی۔



خُسروان واقعات سے بہت تأثیر ہوئے۔ وہ ملک چھپ جو اور امیر علی سرجاندار دلوں ہی کے دربار میں رہ چکے تھے۔ ان کی یہ ذلت دیکھ کر اسپیس بہت ڈکھ ہوا۔ لیکن اب وہ جلال الدین کے وفادار درباری تھے۔ اسی زمانہ میں خرسونے ایک چھوٹی سی مثنوی «مفتاح الفتوح»، یعنی فتح کی کنجی لکھی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اسپیس امیر کا خطاب دیا اور سالانہ تنخواہ مقرر کر دی۔ تبھی سے وہ امیر خُسرود کہلانے لگے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہیں۔

جلال الدین صرف چار سال تخت پر رہا۔ اس کے داماد اور بھیجے علام الدین نے اسے دھوکے سے قتل کرا دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔



علام الدین کا زمانہ خرسو کی زندگی کا شہر اور تھا۔ اس زمانے میں خرسو کو عزت بھی ملی اور دولت بھی۔ اسی زمانے میں اسخوں نے پانچ مشنیوں لکھیں جو خمسہ خرسو کے نام سے مشہور ہیں۔ آئینہ سکندری۔ مطلع الانوار۔ شیریں خرسو، لیل مجنوں اور ہشت بہشت۔ ان مشنیوں کے علاوہ اس زمانے میں خرسو نے دونشر کی کتابیں خزانیں الفتوح اور اعجاز خرسوی لکھیں خرسو نے اسی دوران میں ایک مشہور تاریخی مشنوی دل رانی خضرخاں بھی لکھی جس میں علام الدین کے بڑے بیٹے خضرخاں اور گجرات کے راجہ کرن کی بیٹی دول رانی کے عشق کی داستان بیان کی ہے۔



حضرخاں علاء الدین کا  
جانشین تھا۔

لیکن علاء الدین کے سپر سالار  
ملک کافور نے باپ بیٹے کے  
دلوں میں میل ڈال دیا اور  
علااء الدین کی آنکھ بند ہوتے  
ہی تخت و تاج کے لارچ میں  
حضرخاں کو گوالیار کے قلعے  
میں جہاں وہ قید تھا اندرھا  
کر دادیا۔

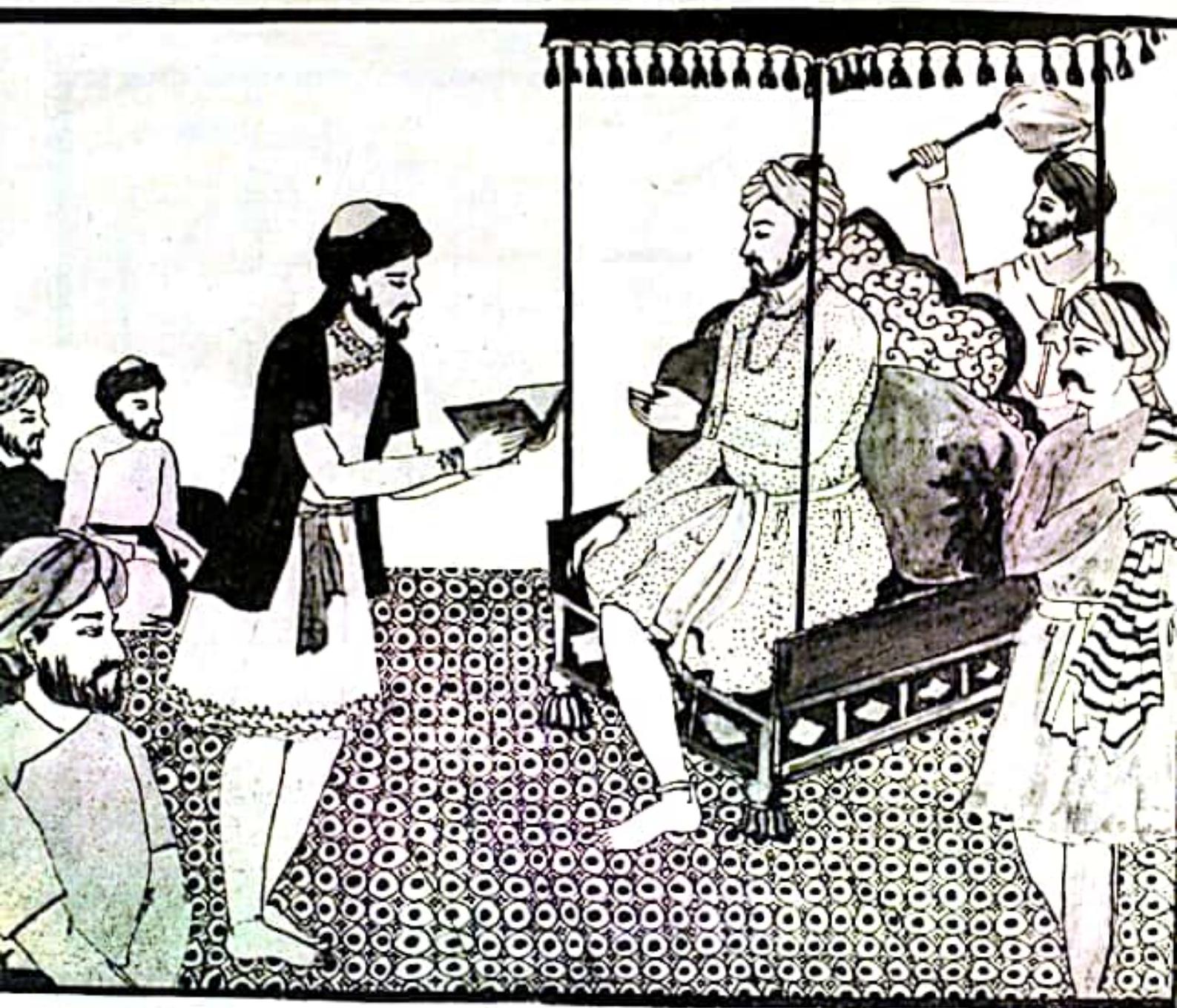




علام الدین کے دوسرے بیٹے قطب الدین مبارک  
نے بڑی بے رحمی سے اپنے بڑے بھائی کو قتل کروادیا۔  
اور قطب الدین مبارک شاہ کے نام سے دہلی کا بادشاہ

بن بیٹھا -





قطب الدین مبارک خلبی آرام طلب بادشاہ تھا۔ ایک بار پھر دہلی کا دربار شراب کباب اور ناپاچ گانے میں ڈوب گیا۔ امیر خسرو نے دربار کی جملکیاں اپنی مشنوی منہ سپہر میں دکھائی ہیں۔ اس مشنوی میں امیر خسرو نے بادشاہ کو بتایا کہ ایک اچھے بادشاہ کو کیسا ہونا چاہیے۔ لیکن اس آرام طلب بادشاہ کو کسی کی فضیحت کی کیا پرواہ تھی۔ اس آرام طلبی کا نتیجہ بُرا ہوا اور وہ اپنے ایک غلام خسرو خان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ مبارک شاہ کے قتل کے ساتھ ہی خاندان خلبی کی حکومت بھی ختم ہو گئی۔

پھر ایک بار ہندوستان میں ہر طرف فتنہ و فساد پھیلا۔ ہر امیر چاہتا تھا کہ دہلی کا بادشاہ بن جائے۔

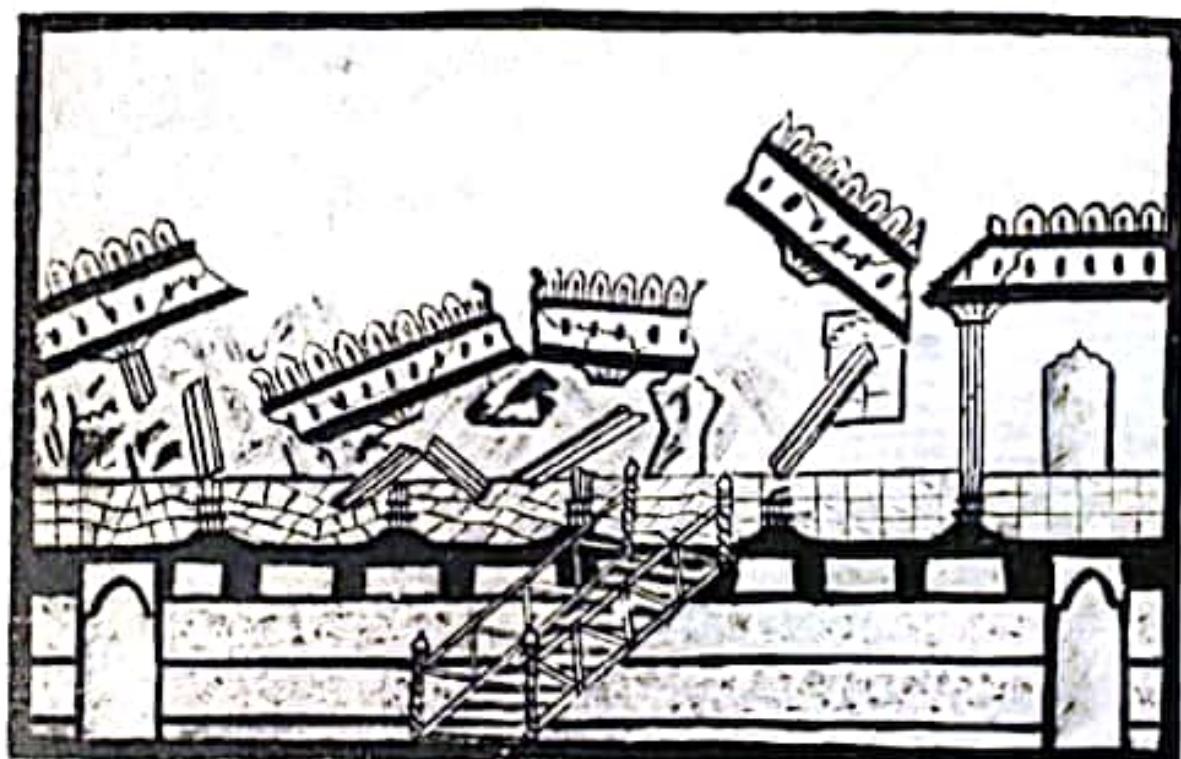


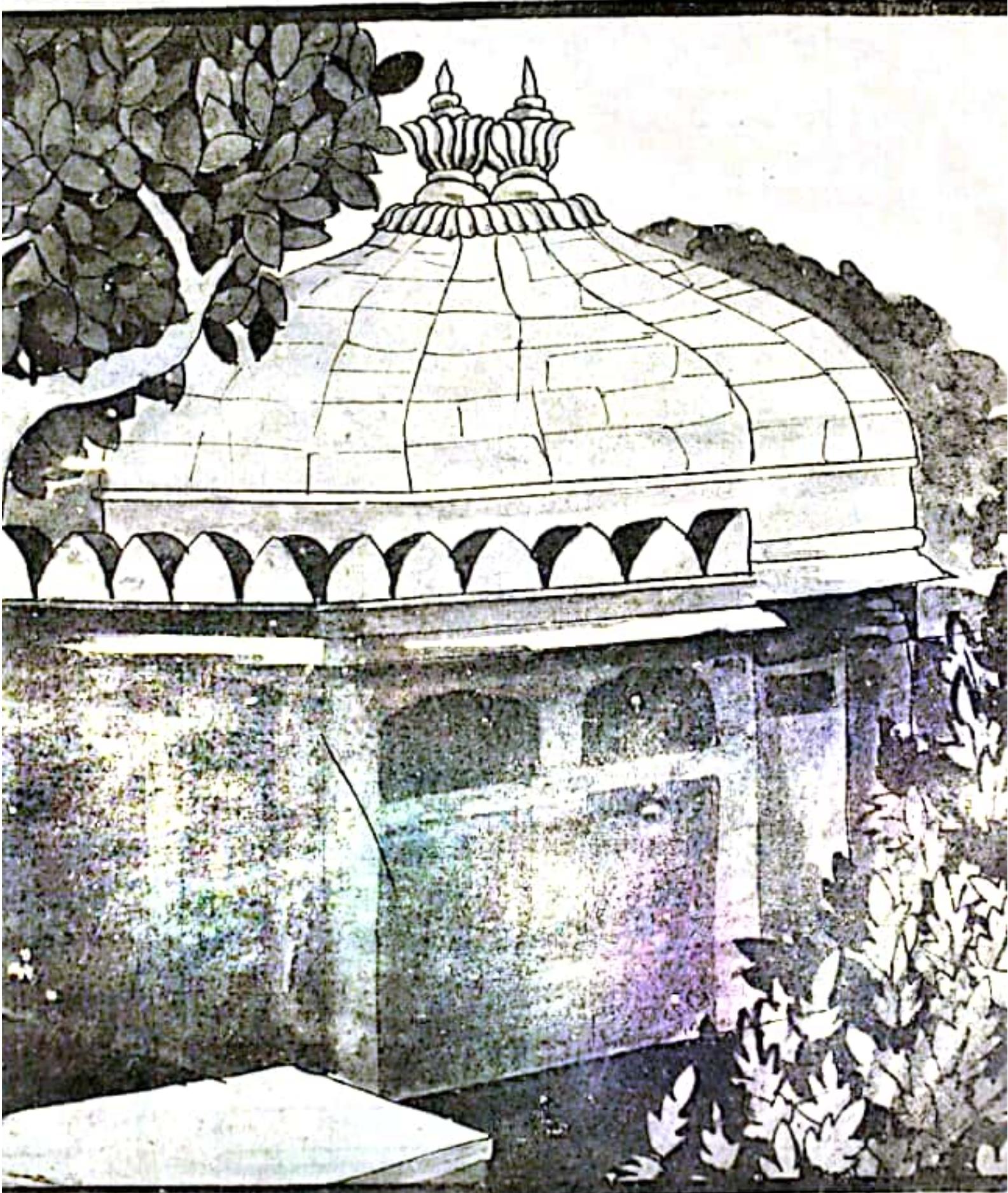
دیپال پور کے صوبہ دار غازی ملک نے خروخاں کے خلاف چڑھائی کی اور اسے ہر آکر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اب غازی ملک غیاث الدین تغلق کے نام سے دلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس طرح تغلق خاندان کی حکومت شروع ہوئی۔



غیاث الدین تغلق نے حکومت سنپاتے ہی امیر خُرُو کو اپنے دربار میں بڑی غزت کی جگہ دی۔ امیر خُرُو نہ صرف غیاث الدین تغلق کے دربار میں رہے بلکہ شہزادہ جونا خان (محمد تغلق) کے تخت نشین ہونے کے وقت بھی زندہ تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے مثنوی تغلق نامہ لکھی جس میں غیاث الدین تغلق اور پرواریوں کی لڑائی کا حال بیان کیا گیا ہے۔

جب غیاث الدین تغلق لکھنوتی کی مہم پر گیا تو امیر خرد کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ والپی پر کچھ گھنٹوں کے لیے افغان پور (دہلی) میں شہزادہ جونا خاں کے پاس مُھہرا۔ شہزادہ جونا خاں نے بادشاہ کے استقبال کی بڑی شان دار تیاری کی تھی اور قیام کے لیے خاص طور پر ککڑی کا محل تیار کر دایا تھا۔ بادشاہ نے اسی محل میں قیام کیا۔ لیکن یہ محل اچانک گر پڑا اور بادشاہ اُس میں دب کر مر گیا۔



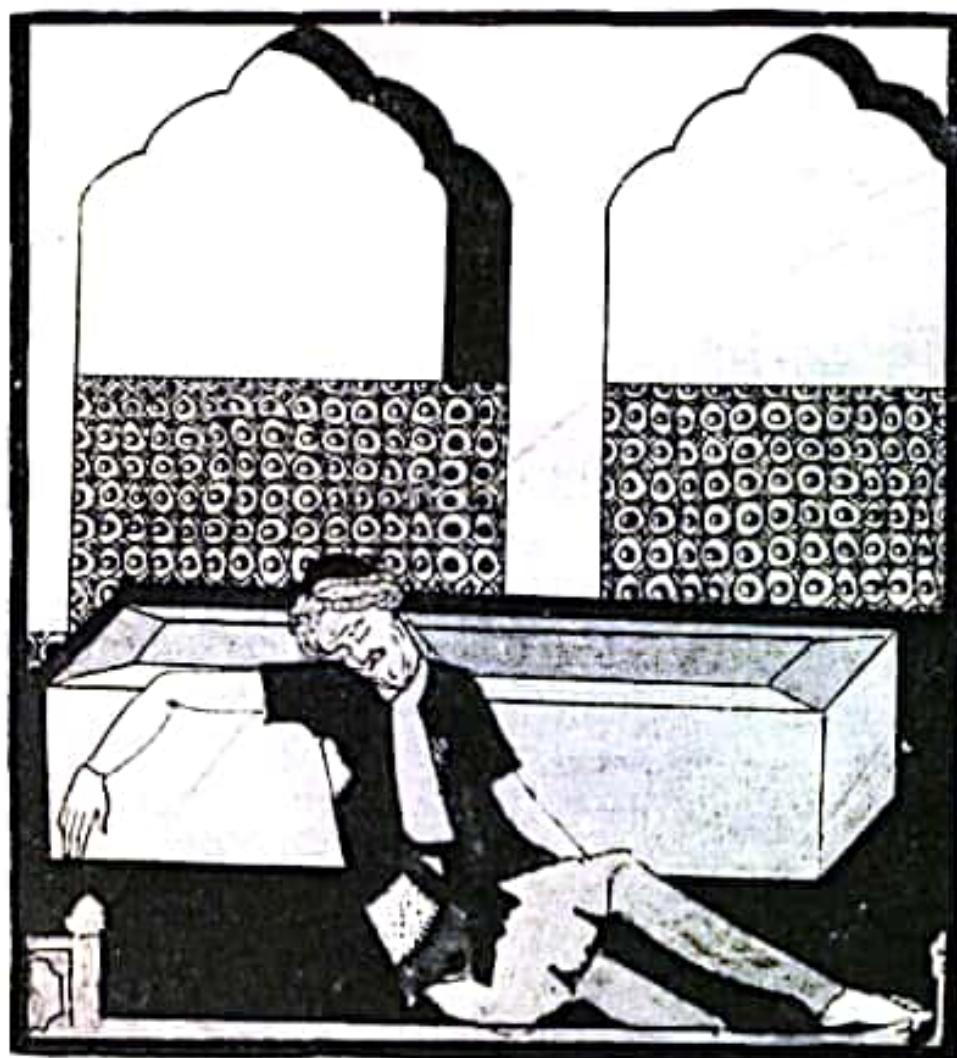


خرد ابھی بنگال سے واپس نہ ہوئے تھے۔ جیسے  
 ہی انھوں نے سنائے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاً بیار  
 ہیں، وہ بڑی مشکل سے رخصت لے کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔  
 دہلی پہنچتے ہی انھیں اپنے مرشد کے انتقال کی  
 خبر ملی۔

امیر خرسد کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاً سے بہت محبت  
 تھی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاً کو بھی امیر خرسد سے دلی لگادے تھے،  
 اور وہ بھی انھیں ترک اللہ کہا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاً  
 کہتے تھے کہ ”خدا جب مجھ سے پوچھے گا کہ نظام الدین دُنیا سے  
 کیا لائے ہو تو میں خدا کے حضور میں خرسد کو پیش کروں گا۔“

امیر خسرو حضرت نظام الدین اولیا، کی قبر پر  
 آگر خوب روئے اور غم سے بے حال ہو گئے۔  
 خرد نے اپنی درباری زندگی بالکل ترک کر دی۔  
 اپنی ساری دولت فقیروں اور غریبوں میں باٹ  
 دی اور مرشد کی قبر سے مک کر بیٹھ گئے۔

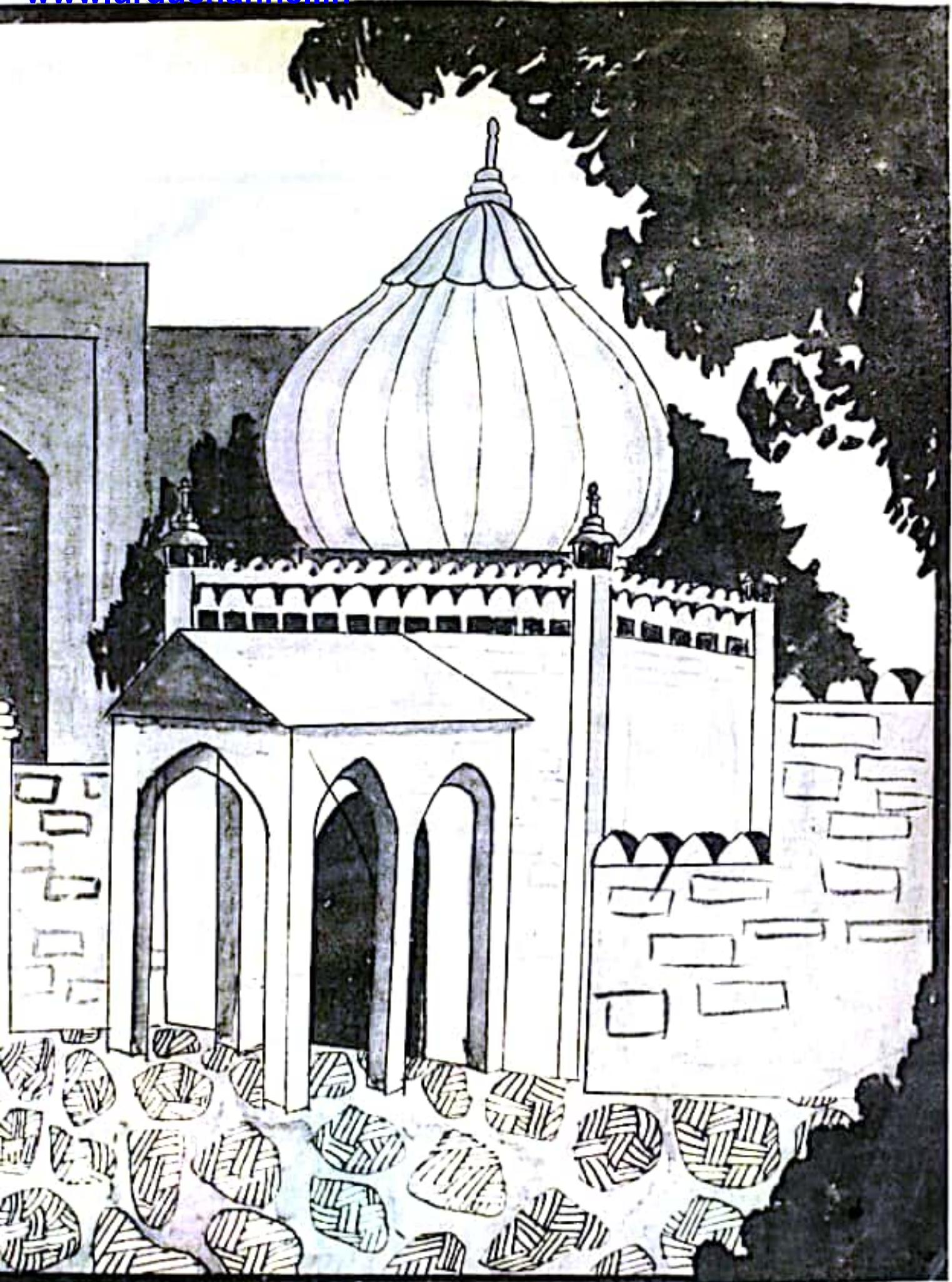




چھ مہینے بعد ۱۸ ار Shawal ۱۳۲۵ عیسوی کو

۲۰ سال کی عمر میں دُنیا سے

رفت ہو گئے۔





حضرت نظام الدین اولیا کی وصیت تھی کہ امیر خرد کو ان کے  
برا برا ہی دفن کیا جائے لیکن لوگوں نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ  
آگے چل کر پیر اور مرید کی قبروں کی پہچان مشکل ہو جائے اس  
لیے امیر خرد کو حضرت نظام الدین اولیا کی پائیتی دفن کیا گیا۔ کہتے  
ہیں انتقال سے پہلے اسخونے سے پہ دہا کہا -

گوری سوئے سیچ پر مکھ پرڈا کے کیس  
چل خرد گھر آپنے رین بھئی چھوں دیں  
امیر خرد کو دنیا سے رخصت ہوئے سات سو سال ہو گئے  
ہیں لیکن آج تک ان کی یاد باقی ہے -



امیر خروکو اپنے وطن ہندوستان کی ہر چیز سے پیار تھا۔ یہاں کے شہر، لوگ، ان کے رسم رواج، ان کی عقائد، خوبصورتی، یہاں کی زبانیں، جائز، آب و ہوا، پہل، پھول اور موسیقی یہ سب خرد کو بے حد لپسند تھے۔ اور انھیں اپنے ہندوستانی ہونے پر بڑا فخر تھا۔ امیر خروکے زمانے میں درباری زبان فارسی تھی۔ لیکن امیر خرو نے عام لوگوں کی زبان میں اجھے وہ ہندوی کہتے ہیں شعر کہے۔ اسی لیے خروکو ہندوی یا ہندستانی کا پہلا شاعر کہا جاتا ہے۔



امیر خرو فارسی اور ترکی خوب جانتے تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے صرف فارسی میں ہی چار لاکھ شعر کہے تھے۔ ان کے فارسی قصیدے، نظمیں اور غزلیں تو چپ کر محفوظ ہو گئی ہیں لیکن ہندی کا کلام ضائع ہو گیا یا بکھر گیا ہے۔ اب جو ہمیں شمالی ہندوستان کے دیہات میں یا گائیکوں کی زبان سے سُنائی دیتا ہے، بہت کچھ ادل بدل گیا ہے۔ کچھ بھی جو کچھ ان کے نام سے منسوب ہے وہ بہت دل چپ اور مزے دار ہے۔

خرو بچوں سے بے حد پیار کرتے تھے۔ انہوں نے بچوں کے لیے بہت سی پہلیاں بھی لکھی ہیں جو بہت مزے دار اور دل چپ ہیں۔ جیسے۔

ایک تھالِ موتیوں سے بھرا  
سب کے سر پا اوندھا دھرا  
چاروں اور وہ تھال پھرے  
موتی اس سے ایک نگرے

(آسمان)

بیسوں کا سرکاٹ لیا  
نہ مارا نہ خون کیا

(نماخن)

ایک کہانی میں کہوں سن میرے پوت  
بن پناہوں دہ اڑ گیا باندھ گلے میں سوت

(پنگ)



امیر خرد مک بندی کے بھی ماہر تھے۔ وہ بھی ایسی کہ ایک دفعہ کوئی پڑھ لے تو بھول نہ کہتے ہیں امیر خرد ایک بار سفر پر کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں پیاس لگی۔ سامنے کنوں دکھانی دیا جہاں چار عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ امیر خرد ہاں پہنچے اور ان سے پانی مانگا۔ جیسے ہی ان عورتوں کو معلوم ہوا کہ پیاس اسافر مشہور شاعر خرد ہے تو بہت خوش ہوئیں اور کہا بھی پانی توب ملے گا جب ہمارے دیے ہوئے چار لفظوں کو جوڑ کر ایک شعر کہہ دو۔ وہ لفظ تھے۔ کیغیر۔  
چرخا۔ کتا۔ دھول۔ امیر خرد ہنسے اور بولے۔

کیغیر پکائی جتن سے اور چرخا دیا جلا  
آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی دھول بجا  
لپان پلا —



# بیوں کی سیکھی میں اپنے بھائی کی کہانی

ٹک بندیوں اور پیلیوں کے علاوہ امیر خسرو نے دو ہے بھی لکھتے ہیں  
ان میں سب سے مشہور دو ہایہ ہے ۔

۷ گوری سوئے سچ پر مکھ پر ڈارے کیں ؛ چل خرو گھر آپنے رین بھئی چوں دیں  
امیر خسرو کی لکھنی نظیں بغز لیں اور منشویاں آج بھی جب پڑھی جاتی ہیں  
تو لوگ جھوم اُستھتے ہیں ۔

خسرو کی زندگی بادشاہوں کے درباروں میں گزری اور  
ایسے بادشاہوں کے ساتھ جو ناپ گانے کے شوقین تھے ۔ امیر خسرو  
کی آواز بہت میٹھی تھی اور اسخیں گانے کا بے حد شوق بھی تھا ۔

اسخوں نے بھروسن اور تال میں دل چپی لی اور مختلف تالیں  
ایجاد کیں ۔ کہا جاتا ہے ڈھونک طبلہ اور ستار بھی اسخیں  
کی ایجاد ہے ۔ لیکن اس کا کوئی پکا  
ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے ۔



مذہبی موسیقی میں قوائی ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے ۔



امیر خسرو اپنے زمانے کے بہت مشہور آدمی تھے ۔ ہر جگہ ان کی عزت تھی ۔  
ہر ایک ان کی قدر کرتا تھا ۔ لیکن پھر بھی امیر خسرو میں غزوہ نام کو نہ تھا ۔ وہ بہت  
سادہ مزاج آدمی تھے ۔ ہر ایک سے بڑی ملنواری سے ملتے تھے نہ کبھی کسی کا دل دکھایا  
نہ کسی کو تکلیف پہنچائی ۔ امیر خسرو غریبوں کے دوست اور ان انوں کے پیغے  
بمدرد تھے ۔